سورۃ الطلاق

مدنی ہے جس میں بارہ آیات ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) **یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ** (ترجمہ:۔اے نبی جب آپ عورتوں کو طلاق دیں) کہا جاتا ہے کہ نبی ﷺ سے خطاب تعظیماً اور امت کی تعلیم کے لئے کیا گیا ہے کیونکہ اہل ایمان رسول ﷺ کو سوائے تعظیم وتکریم کے مخاطب نہ کریں اور کہا جاتا ہے کہ یہ خطاب رسول اللہ ﷺ کی امّت سے ہے یا اس میں یہ قول چھپا ہوا ہے **یا ایھا النبی قل اذا طلقتم النساء** (اے نبی کہدیں جب تم عورتوں کو طلاق دو) **فَطَلِّقُوۡهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ** (ترجمہ:۔تو ان کو طلاق دو ان کی عدت پر) یعنی جب طلاق کا ارادہ کرو تو ان کے عدت کے زمانے میں طلاق دو۔اور وہ بالا جماع ''طہر'' ہے جس میں جماع نہ کیا گیا ہو اور یہ سنّی طلاق ہے اور یہ حکم اس بالغہ عورت کے لئے ہے جس سے ہم بستری کی گئی ہو اور وہ آئسۃ نہ ہو، اور حاملہ بھی نہ ہو۔حاملہ اور حیض سے گرجانے والی عورت اور جس سے ہم بستری نہ کی گئی ہو نیز چھوٹی عمر کی عورت کے بارے میں سنت طلاق نہیں ہے۔یہ وہ تھا جو امام رازیؒ نے ذکر کیا۔اور مالکؒ نے کہا میں طلاق السنۃ کو نہیں جانتا سوائے ایک کے انہوں نے مجموعی طور پر تین یا الگ الگ تین (طلاق کو) ناپسند قرار دیا ہے۔یہ اس وجہ سے کہ وہ نبی ﷺ سے روایت لائے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین بار طلاق دی ان کے سامنے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم اللہ کی کتاب سے کھیل رہے ہو جبکہ میں تمہاری پشتوں پر ہوں۔امام ابوحنیفہؒ نے ایک طہر میں ایک سے زیادہ کو پسند نہیں کیا اور امام شافعیؒ نے تین بار بھیجنے کو جائز قرار دیا۔اور کہا میرے نزدیک عدد طلاق سنت اور بدعت نہیں۔ایک طہر میں تین بار طلاق دیں تو بدعت نہیں ہوگی ان کے نزدیک مباح ہے۔پس وہ طلاق میں صرف وقت کی رعایت کرتے ہیں۔اور امام ابوحنیفہ تفریق اور وقت دونوں کی رعایت کرتے ہیں اور اگر کسی نے بغیر طریقہ سنت کے طلاق دے دی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔یہی مذہب جمہور ہے۔سعید بن المسیب اور تابعین کی ایک جماعت نے کہا یہ کہ اگر کسی شخص نے حیض میں طلاق دی تو وہ واقع نہیں ہوگی چاہے وہ تین ہی کیوں نہ ہو۔صحابہ وتابعین کی جماعت سے مروی ہے کہ انہوں نے اسے **فطلقوھن فی قبل عدتھن** پڑھا ہے۔اور دیگر حضرات نے **فطلقوا لقبل طھر ھن** بھی پڑھا ہے۔اور یہ تفسیر کے طور پر پڑھا ہے اور یہ قرآن میں ہے اور مشرق ومغرب کے تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے۔**وَاَحۡصُوا الۡعِدَّةَ** (ترجمہ:۔اور عدت شمار کرو) اس کی حفاظت کرو۔اس وقت کو یاد رکھو جب عین طلاق واقع ہوئی تھی۔اور وہ ہیں تین قروء۔کامل مستقبل میں ہونے والے بھی بغیر کسی کمی کے دور ہو جاتی ہے۔اور اس میں تعداد اختلاف کے بارے میں بحث پیچھے گذر چکی ہے۔ جہاں خطاب ازواج سے ہے عدت کا شمار ازواج پر ہے۔تاکہ وہ زمان ''رجعت'' اور نفقوا (خرچ وغیرہ) اور دیگر امور کو جان لیں۔ **وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمۡ** (ترجمہ:۔اور اللہ یعنی اپنے رب سے ڈرو) ان پر عدت کی طوالت کرنے میں اور ان کو تکلیف پہونچانے سے۔ **لَا تُخۡرِجُوۡهُنَّ مِنۡۢ بُيُوۡتِهِنَّ** (ترجمہ:۔اور ان کو ان کے گھروں سے مت نکالو) جن میں وہ طلاق کے وقت رہتی تھیں۔ان

گھروں سے اس وقت تک کہ جب ان کی عدت پوری ہو جائے۔ گھروں کی ان کی جانب نسبت تاکید نہی کے لئے ہے۔ پس اگر وہ گھر ادھار ہوں تو وہ انہیں خریدے ہوئے یا کرائے کے دوسرے گھروں میں ٹھیرائیں اور بیویوں پر لازم ہے کہ وہ کسی طور پر بھی۔ **وَلَا يَخْرُجْنَ** (ترجمہ:۔ اور وہ خود گھر سے نکلیں) یعنی ان گھروں سے عدت کے دوران سوائے شدید ضرورت کے تحت یہاں تک کہ وہ اپنی عدت پوری کر لیں۔ اور اگر رات اور دن نکلیں تو ان پر حرام ہے۔ **اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ** (ترجمہ:۔ سوائے یہ کہ کوئی بے حیائی کریں) یعنی زنا تو ان کا اخراج جائز ہے۔ اور "الا بفحش" بھی پڑھا گیا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ اس کے معنی ہیں نشوز (نافرمانی) اور کہا جاتا ہے البذا یعنی فحش گوئی اور استطالۃ زبان درازی کرنا اس پر جو اس کے ساتھ اس گھر میں رہتا ہو۔ **وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ** (ترجمہ:۔ اور یہ اللہ کی حدود ہیں) جن کو اس نے اپنے بندوں کے لئے مقرر کیا ہے **وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ** (ترجمہ:۔ جو شخص اللہ کی حدود سے تجاوز کرے گا) یعنی قرآن میں مذکورہ احکام سے اور ضمیر کے بجائے لفظ اللہ کو ظاہر کرنے میں یہ حکمت ہے کہ لوگوں کو ڈرایا دیا جائے۔ **فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا** (ترجمہ:۔ تو اس نے اپنے اوپر ظلم کیا تجھ کو خبر نہیں ہے۔ شاید اللہ اس طلاق دینے کے بعد کوئی نئی بات پیدا کر دے) ظلم کسی شئے کو اس کے غیر جگہ پر رکھنے کا نام ہے اور مراد یہ ہے اگر کسی نے طلاق کسی معقول وجہ سے نہیں دی تو اس نے گویا ایک چیز کو دوسرے مقام پر رکھ دیا۔ اور امر سے مراد طلاق پر ندامت اور یہ محبت کہ وہ عدت میں اس کی طرف رجوع ہو جائے اور اسی طرح انسان کو مطلقاً طلاق نہیں دینی چاہئے۔ اگر ایک وقت میں تین طلاقیں ایک ساتھ دیا تو پھر ندامت ہی ہوگی۔

(۲) **فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ** (ترجمہ:۔ پھر جب وہ اپنی عدت پر پہنچ جائیں) یعنی اپنی عدت کے آخری ایام تک پہنچ جائیں **فَاَمْسِكُوْهُنَّ** (ترجمہ:۔ تو ان کو روک لو) اگر رجعت چاہتے ہوں تو ان کی طرف رجوع کرو۔ **بِمَعْرُوْفٍ** (ترجمہ:۔ قاعدے کے مطابق) یعنی حسن معاشرت کے اعتبار سے۔ **اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ** (ترجمہ:۔ یا ان سے جدائی اختیار کر لو قاعدے کے مطابق)۔ انہیں چھوڑ دو یہاں تک کہ ان کی عدت پوری ہو جائے پھر اپنے نفس کی مالک بن جائیں۔ ان کے حقوق پورا کرتے ہوئے بغیر ضرر و نقصان پہونچائے۔ **وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ** (ترجمہ:۔ اور آپس میں دو معتبر آدمیوں کی شہادت حاصل کر لو) یعنی عدالت کے دو صاحبان کی گواہی کہ کہیں دونوں کے درمیان کوئی جھگڑا نہ اٹھ کھڑا ہو۔ **وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ** (ترجمہ:۔ اور گواہی اللہ کے لئے قائم کرلو) یہ حکم شہادت کے لے ہے کہ شہادت اللہ کے تقرب کے لئے دو۔ اور بعض لوگوں نے کہا کہ یہ حکم ان ازواج کے لئے ہے جو طلاق و رجوع کے لئے شہادت قائم کریں۔ **ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ** (ترجمہ:۔ نصیحت کی جاتی ہے اسے ان باتوں کی) یعنی وعظ کے ذریعہ اسے نرم کیا جاتا ہے۔ **مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ** (ترجمہ:۔ جو اللہ اور یوم آخر پر یقین رکھتا ہو) کیونکہ کافر مواعظ القرآن سے نصیحت حاصل نہیں کرتا۔ **وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ** (ترجمہ:۔ جو اللہ سے ڈرتا ہے) یہ جملہ معترضہ موکدہ ہے۔ اس کے لئے جو حدود اللہ کی مراعات کے وجوب سے متعلق گزر چکا ہے۔ **يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا** (ترجمہ:۔ تو وہ اس کے لئے بچنے کی راہ نکال دیتا ہے۔) مصائب اور مشقتوں میں سے جو واقع ہوں ان سے بچنے کی راہ۔ اور کہا جاتا ہے کہ ازدواجی معاملات میں ہونے

والے غموم وآلام وبری معاشرت اور رزق کی تنگی سے اللہ اس سے بچ نکلنے کا راستہ نکال دیتا ہے۔

(۳) **وَّيَرۡزُقۡهُ** (ترجمہ:۔اور وہ رزق پہونچاتا ہے) کشادگی اور خوشی۔**مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ** (ترجمہ:۔ایسی جگہ سے جہاں سے اس کا شان وگمان بھی نہیں ہوتا) یعنی انسان اس کا تصور بھی کر نہیں سکتا۔ابن مسعودؓ نے فرمایا ایسی جگہ سے جو وہ سمجھ نہ سکے۔حسین بن فضل نے کہا جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے فرائض وواجبات کی ادائیگی میں اللہ اس کے لئے شر سے بچنے کا راستہ نکال دیتا ہے۔ اور اس کا اجرایسا دیتا ہے کہ اس کے گمان میں بھی نہیں آتا۔اور رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا **مخرجا من شبهات الدنيا' ومن غمرات الموت ومن شدائد يوم القيامة** (شبہات دنیا' موت کی سختیوں اورحشر کی مصیبتوں اور تنگیوں سے بچنے کا راستہ) عوف بن مالک اشجعی سے مروی ہے کہ مشرکوں نے اس کے بیٹے کو قید کرلیا تھا۔رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو عوفؓ نے ان سے کہا میرا بیٹا قیدی بنالیا گیا ہے اور ان سے فاقہ کی شکایت کی۔تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ سے ڈراور **لاحول ولا قوة الا بالله العلی العظیم** کی کثرت کرو۔اسی دوران وہ اپنے گھر ہی میں تھا کہ اچانک اس کے بیٹے نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا اس کے ساتھ ایک سو اونٹ تھے جن سے دشمن غافل ہوگیا تھا اور وہ ہانک لے کر آیا تھا۔تو یہ آیت نازل ہوئی۔**وَمَنۡ يَّتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسۡبُهٗ** (ترجمہ:۔اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرتا ہے پس وہ اس کے لئے کافی ہے) یعنی تمام امور میں اس کے لئے کافی ہوگا۔**اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمۡرِهٖ** (ترجمہ:۔اللہ اپنا کام پورا کرکے رہتا ہے) اپنے حکم کو موجودات میں نافذ کرکے رہتا ہے اور نافذ کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے معنی یہ ہیں کہ اللہ اپنا حکم نافذ کرتا ہے یکساں طور پر چاہے لوگ اس پر توکل کریں یا نہ کریں۔اکثر قراء نے بالغ کو تنوین کے ساتھ پڑھا ہے اور امرہ کو نصب کے ساتھ۔حفص' مفضل' ابان' جبلہ' ابن ابی عبلہ اور ایک جماعت نے ابی عمرو' یعقوب' ابن مصرف' زید بن علی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے اضافت کے ساتھ اور ابن ابی عبلہ نے بھی اور داؤد' ہند' عصمہ نے ابی عمر نے بالغ امرہ پیش کے ساتھ پڑھا ہے۔یعنی اپنے حکم کو نافذ کرنے والا۔ امرہ مبتداء اور بالغ اس کی خبر ہے مفضل نے بھی بالغاً نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔اسی طرح کہ یہ امرہ کا حال ہے اور ان کی خبر ہے **قد جعل الله** اسی لئے بالغ کا مفعول محذوف ہوجائے گا۔تقدیر عبارت ہوگی **بالغ امره ما شاء**۔ابوحیان نے کہا ہے کہ یہ قراۃ اس آدمی کے قول کے مطابق جائز ہے۔جو انّ کے ذریعہ نصب دیتا ہے۔جیسا کہ ایک شاعر نے کہا۔

اذا اسودّ جنح الليل فلتات ولتكن خطاك خفافاً انّ حراسنا اسداً

میں کہتا ہوں کہ بالغ کی قراۃ نصب کے ساتھ رسم مصحف کے خلاف ہے واللہ اعلم **قَدۡ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَىۡءٍ قَدۡرًا** (ترجمہ:۔اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔) مفسروں نے کہا اور یہ اللہ پر توکل اور اس کی طرف اپنا معاملہ سپرد کرنے کے وجوب کا بیان ہے کیونکہ جب معلوم ہوجائے گا کہ رزق وغیرہ قسم کی چیزیں اس کی تقدیر وتوفیق کے بغیر نہیں ہوتیں تو تسلیم کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہوتا۔اور میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ جب جمیع جہات کے اعتبار سے واحد ہے تو ہر شئی کا سبب واقعی سوائے اللہ کے کوئی اور نہیں ہوسکتا۔پس اگر جب کوئی چیز غیر کی طرف مسند کی جاتی ہے تو اس کی وحدانیت باقی نہیں رہے گی پھر وہ موحد مشرک ہوجائے گا۔

(۴) **وَالّٰٓـئِىۡ يَئِسۡنَ مِنَ الۡمَحِيۡضِ مِنۡ نِّسَآئِكُمۡ** (ترجمہ:۔اور تمہاری بیویوں میں جو عورتیں حیض سے مایوس

ہوگئی ہوں) یعنی جن کا حیض آنا منقطع ہوگیا ہو۔ **اِنِ ارْتَبْتُمْ** (ترجمہ:۔اگر تم کو شبہ ہو) یعنی تمہیں اس بات کا شک ہو کہ ان کی عدت کیسے ہوگی کتنی ہوگی۔ زجاج نے کہا اگر تمہیں ان کے حیض کے بارے میں کوئی شک ہوا اور وہ عورت ایسی ہو کہ اس جیسی دیگر عورتوں کو حیض آتا ہو۔ مجاہد نے کہا کہ اگر تمہیں ان آئسہ عورتوں کی عدت کے بارے میں شک ہو۔ **فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ** (ترجمہ:۔تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان عورتوں کے لئے نہیں جن کو حیض آتا ہو۔) یعنی حیض سے مایوس عورتیں اور وہ جنہیں حیض ابھی شروع نہ ہوا ہو اور ان کی عدت تین مہینے ہے۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب ثلاثه اشھر نازل ہوا تو ایک شخص نے سوال کیا ایسی کم عمر عورتیں جن کو حیض نہیں آیا اس کی کیا عدت ہے تو واللائی لم یحضن نازل ہوئی۔ معنی یہ ہیں کہ وہ ایسی عورت کے حکم میں ہے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہے پس ایک صحابی نے پوچھا حاملہ عورتوں کی عدت کیا ہے تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ **وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ** (ترجمہ:۔حاملہ عورتوں کی عدت ان کا وضع حمل ہے) اور یہ ہر حاملہ کے لئے عام ہے۔ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ سبعیہ اسلمیہ کو شوہر کی وفات کے آدھا ماہ بعد بچہ پیدا ہوا تھا آپ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا کہ عدت سے فارغ ہوگئی ہو جس سے چاہو نکاح کرلو۔امام مالکؒ نے عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ان کی (حاملہ عورتوں) کی عدت دو مدتوں کی آخر ہے۔ان کا مدعا یہ تھا کہ دو مدتوں کے بعد شمار کریں چاہے وضع حمل یا قضاء یعنی عدت موت۔اور اسی طرح حضرت علیؓ سے مروی ہے ابن رشد نے کہا ہے کہ ان کی دلیل یہ ہے کہ اس بات کا تقاضہ آیت حوامل اور آیت وفات کے عموم کے درمیان جمع کرنے سے پورا ہوگا۔ جمہور نے حملهن مفرد پڑھا ہے جہاں تک جمہور کا نقطۂ نظر ہے وہ یہ ہے کہ حاملہ عورتوں کی عدت ان کا وضع حمل ہے **وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا** (ترجمہ:۔اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے ہر کام میں آسانی پیدا فرماتا ہے) یعنی وہ جو اللہ کے اوامر کو ادا کرنے میں اللہ سے ڈرتا ہے اور اس کے نواہی سے اجتناب برتتا ہے پس اللہ دنیا اور آخرت میں اس کے کام آسان کردیتا ہے۔

(۵) **ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ** (ترجمہ: یہ اللہ کا حکم ہے) یعنی احکام میں سے جو ذکر کیا گیا۔ **اَنْزَلَهٗۤ اِلَیْكُمْ** (ترجمہ:۔جو اس نے تمہارے پاس بھیجا) قرآن میں رسول کے واسطے سے۔ **وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یُكَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ** (ترجمہ:۔اور جو اللہ سے ڈرتا رہے اللہ اس کے گناہ دور کردے گا) کیونکہ تقویٰ اسباب مغفرۃ میں سے ہے اور وہ توبہ کے معنی میں ہے۔ **وَیُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا** (ترجمہ:۔اور اس کے اجر کو بڑا کردے گا) آخرۃ میں اور وہ جنت ہے۔

(٦) **اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ سَكَنْتُمْ** (ترجمہ:۔تم ان کو رہنے کو مکان دو جہاں تم رہتے ہو) یعنی مطلقات کو اور یہ کلام مبتدا ہے۔کسائی نے کہا کہ من زائدہ ہے۔یعنی مکان تمہاری سکونت کا۔اور حوفی اور ابوالبقا نے کہا یہ ابتداء الغایۃ کے لئے ہے۔ اور قتادہ نے کہا اگر وہ ایک ہی مکان میں رہتے ہوں تو اسے کسی کونے میں رکھو۔ **مِّنْ وُّجْدِكُمْ** (ترجمہ:۔اپنی وسعت کے مطابق) یعنی اپنی غنا اور طاعت کے مطابق۔جمہور نے من وجدکم میں واو پر پیش پڑھا ہے۔اور حسن‘ اعرج‘ ابن ابی عبلۃ اور ابوحیوۃ نے اس پر زبر پڑھا ہے۔ فیاض‘ غزوان‘ عمرو بن میمون اور یعقوب نے زیر سے پڑھا ہے۔مہدوی نے اعرج کی روایت سے اسے ذکر کیا ہے

اور یہ تیسری لغت ہے۔ **الواجد** کے معنی **الغنی** جو اللہ کے اسماء میں سے ہے جیسا کہ شاعر نے کہا **الحمد لله الغنی الواجد** اور اس کے معنی ہیں وہ غنی جو کبھی مفلس نہیں ہوتا۔ یہ **من حیث سکنتم** کا بیان اور اس کی تفسیر ہے۔ **وَلَا تُضَآرُّوهُنَّ** (ترجمہ:۔ اور انہیں تکلیف مت پہونچاؤ) رہائش کے معاملہ میں **لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ** (ترجمہ:۔ کہ تم انہیں تنگ کرنے لگو) اور مجبور کرو انہیں جانے پر نقصان پہنچانا رہائش اور نان نفقہ دونوں کو شامل ہے۔

وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (ترجمہ:۔ اور اگر وہ (مطلقہ) عورتیں حاملہ ہوں تو انہیں وضع حمل تک خرچ دو) جہاں تک وضع حمل کے بعد کی بات ہے تو ان پر انفاق (خرچ کرنا) نہیں ہے۔ امام رازیؒ نے کہا یہ مطلقہ بائنہ کے حکم کا بیان ہے۔ اس لئے کہ رجعیہ نفقہ کی مستحق ہے۔ اگرچیکہ وہ حاملہ نہ ہو۔ اور اگر وہ مطلقہ ثلاثہ ہو یا مختلفہ ہو تو پھر اس کے لئے نفقہ نہیں ہے سوائے اس کے وہ حاملہ ہو، امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک مطلقہ کے لئے رہائش کے علاوہ نفقہ نہیں ہے۔ اور حسن اور حماد سے مروی ہے کہ نہ نفقہ ہے نہ رہائش اور یہ حدیث فاطمہ بنت قیس کی وجہ سے ہے کہ اس کے شوہر نے اسے طلاق بائنہ دے دی تھی تو اس کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تیرے لئے نہ خرچہ ہے اور نہ رہائش۔ البتہ جن لوگوں نے ایسی عورت کے لئے رہائش اور خرچہ کو لازم کیا ہے ان میں سے امام حنیفہؒ الثوریؒ اور اہل کوفہ ہیں۔ پس وہ دونوں چیزوں کے وجوب کے قائل ہیں کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ **اسکنوھن من حیث سکنتم من وجد کم** میں عمومی حکم ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اور وہ نفقہ کے وجوب کے قائل اسی لئے ہوئے کہ رجعی طلاق میں نفقہ تابع ہے رہائش کے وجوب کو' حاملہ عورت کے معاملہ میں اور مطلق زوجیت کے معاملہ میں۔ مطلب یہ ہے کہ جب شریعت میں رہائش فراہم کرنا واجب قرار پائے گا تو نفقہ دینا بھی واجب ہوگا۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فاطمہ بن قیس کی حدیث کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا کہ ہم ایک عورت کی بات پر نبی پاک ﷺ کی سنت اور قرآن کو چھوڑ نہیں سکتے۔ اور اس لئے بھی کہ نبی ﷺ کی معروف سنّت میں سے ہے کہ آپ ﷺ خرچہ کو اس وقت واجب کرتے تھے جب رہائش دینا واجب ہوتا تھا۔ یہ ابن رشد کا قول ہے اور اس نے یہ بھی کہا ہے کہ اسی وجہ سے اس مسئلہ میں اولیٰ یہ ہے ایسی عورت کو دونوں باتیں میسر آئیں۔ معروف سنت اور ظاہر کتاب کو دیکھتے ہوئے یا مذکور حدیث فاطمہ کے اس عموم کو خاص کیا جائے۔ جہاں تک نفقہ ور ہائش کے وجوب کے درمیان تفریق کا مسئلہ ہے تو وہ بہت مشکل ہے اور اس کی وجہ دلیل کی کمزوری ہے۔ **وَاِنْ كُنَّ** (ترجمہ:۔ اور اگر وہ عورتیں) یعنی مطلقات **اُولَاتِ حَمْلٍ** (ترجمہ:۔ حاملہ ہوں) یعنی حمل والیاں۔ **فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ** (ترجمہ:۔ تو ان پر خرچ کرو ان کے وضع حمل تک) یعنی اسی حمل تک۔ **فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ** (ترجمہ:۔ پھر اگر وہ تمہاری رضاعت کریں) یعنی دودھ پلائیں تمہاری اولاد کو۔ **فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ** (ترجمہ:۔ تو ان کی اجرت ادا کردو) یعنی دودھ پلانے کی اجرت۔ **وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ** (ترجمہ:۔ اور آپس میں مشورہ کرلو) یعنی دودھ پلائی کی اجرت پر رضا مندی کے لئے مشاورت کرو۔ **بِمَعْرُوْفٍ** (ترجمہ: معروف طریقہ سے) یعنی سنت اور حسن مروت کے مطابق۔ **وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ** (ترجمہ:۔ اور اگر تم دشواری محسوس کرو) یعنی ماں کے دودھ پانے کے معاملہ ہو۔ اگر تم تنگی محسوس کرو یعنی جتنے معاوضہ کوئی اجنبی عورت راضی ہو اتنے پر ماں راضی نہ ہو رہی ہو۔ **فَسَتُرْضِعُ لَهٗ**

(ترجمہ:۔تو دودھ پلاؤ شیر خوار کو۔) **اُخْرٰی** (ترجمہ:۔کوئی دوسری) یعنی کوئی اجنبی عورت۔

(۷) **لِیُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ** (ترجمہ:۔وسعت والے کو خرچ کرنا چاہئے) یعنی آسودہ حال و کثرت مال والوں کو۔ابو معاذ سے حکایت کی گئی ہے کہ لینفق کے لام اور قاف پر زبر ہے **مِّنْ سَعَتِهٖ** (ترجمہ:۔اپنی کشادگی کے اعتبار سے) یعنی اس کی وسعت اور اس کی قدرت کے مطابق۔ **وَمَنْ قُدِرَ** (ترجمہ:۔او جو تنگ کر دیا گیا ہو) تنگدست ہو۔ **عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ** (ترجمہ:۔اس پر اس کا خرچ پس وہ خرچ کرے اس میں سے جو اللہ نے اسے دیا ہے) یعنی اس کی استطاعت و طاقت کے مطابق۔جمہور نے قدر کو مخفف پڑھا ہے۔مگر ابن ابی عبلہ نے دال کو مشدد پڑھا ہے۔ **لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا** (ترجمہ:۔اللہ کسی شخص کو اس سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جتنا وہ اسے دے چکا ہے) رزق میں سے۔ **سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا** (ترجمہ:۔اللہ جلد ہی تنگی کے بعد فراغت بھی دیگا) یعنی معیشت میں تنگی کے بعد تو انگری اور وہ اس پر قدرت رکھتا ہے۔اور یہ تنگ دست کے لئے اس کی تنگی کے خاتمہ کا اللہ کا وعدہ ہے۔

(۸) **وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ** (ترجمہ:۔اور بہت سی بستیاں ہیں جنہوں نے) یعنی اہل قریہ میں اور قریة بلد کے لئے عام ہے۔ **عَتَتْ** (ترجمہ:نافرمانی کی) استکبار کیا اور عناد کیا۔ **عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا** (ترجمہ:۔حکم الٰہی کے ماننے سے) اور گریز کیا۔ **وَرُسُلِهٖ** (ترجمہ:۔اس کے رسولوں سے) ان کے انکار کی وجہ سے۔ **فَحَاسَبْنٰهَا** (ترجمہ:۔تو ہم نے ان کا محاسبہ کیا) یعنی اہل قریہ کا **حِسَابًا شَدِيْدًا** (ترجمہ:۔زبردست محاسبہ) ہر چھوٹی بڑی چیز کا پورا پورا مناقشہ کیا۔ **وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا** (ترجمہ:۔اور ہم نے انہیں بہت بڑا عذاب دیا) ان دونوں کو اللہ نے لفظ ماضی سے تعبیر کیا۔اس لئے کہ ان کا واقع ہونا یقینی ہے۔جیسا کہ اللہ کے اس ارشاد ونادی اصحاب الجنة میں نکرا کو کاف کے سکون کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔اور العذاب سے مراد عذاب شدید ہے اور کبھی النکر کو حرکت بھی دی جاتی ہے۔جیسا کہ اسود بن یعفر کا شعر ہے۔

اتونی فلم ارض ما بیتوا وکانوا اتونی بشئی نکر

لانکح ایمهم منذرا وهل ینکح العبد حرالحر

(۹) **فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا** (ترجمہ:۔غرض کہ انہوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھا) الامر سے مراد الکفر ہے۔یعنی اہل قریہ نے اپنے کفر کا عذاب چکھا۔اور کہا گیا اپنے کفر کا انجام۔ **وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا** (ترجمہ:۔اور ان کے اعمال کا انجام خسارہ ہی ہوا) یعنی عقوبۃ اور کہا جاتا ہے ہلاکت۔

(۱۰۔۱۱) **اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا** (ترجمہ:۔اور اللہ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے) آخرۃ میں اور وہ عذاب جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہی گے۔یہ تکرار (تہویل) ڈرانے کے لئے ہے۔ **فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا** (ترجمہ:۔سمجھ دار لوگو یعنی جو ایمان لائے اللہ سے ڈرو خدا نے تمہاری طرف ایک ایک نصیحت نامہ بھیجا ہے اور اپنے پیغمبر بھی) ذکر سے مراد القرآن ہے۔اور الرسول سے مراد محمد رسول اللہ ﷺ ہیں

اور معنی ہیں بے شک اللہ نے تمہاری طرف ذکر نازل کیا ہے یعنی ذکر والا مضاف کے حذف کے ساتھ رسولاً اور وہ نبی ﷺ ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے معنی ہیں ذاکرا اور ذکرا مبالغہ کے لئے کہا گیا جیسا کہ اس بیان میں "زید عدل" اور اسی تقدیر پر الذکر سے مراد الرسول ہوجائے گا۔ پس الرسول اسی سے بدل الکل ہوگا یا بیان۔ اور کہا جاتا ہے ذکر سے مراد جبرئیلؑ ہیں اور رسولا اس کا حال ہے زجاج اور ابوعلی الفارسی نے کہا رسولا مصدر کا معمول ہے اور وہ ہے ذکر۔ اس نے عمل کیا تنوین والا جیسے عمل او اطعام فی یوم ذی مسغبة یتیماً . یتیما مصدر کا معمول ہے اور وہ اطعام ہے۔ اور رسول کو پیش کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس کے معنی ہیں اللہ نے تمہاری طرف ایک ذکر اتارا ہے۔ اور ایک رسول بھیجا ہے۔ زجاج نے کہا ہے کہ انزال الذکر . اضمار ارسل کی دلیل ہے، اور کہا جاتا ہے کہ اتبعوا رسولا۔ اور اس میں اولیٰ بیان زجاج کا ہے۔ **يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ** (ترجمہ:۔ جو تمہیں اللہ کی واضح آیات سناتا ہے) یعنی وہ واضح ہیں۔ صیغہ فاعل اور مفعول پر پڑھا گیا ہے۔ اور یہ رسول کی صفت ہے۔ **لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ** (ترجمہ:۔ تاکہ لے جائیں ایسے لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے تاریکیوں سے نور کی طرف) یعنی کفر سے ایمان کی طرف اور جہل سے علم کی طرف تاکہ یہ معنی ہوجائے کہ جو کوئی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا پس اسے اللہ نے تاریکی سے نور کی طرف نکال لیا۔ **وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ** (ترجمہ:۔ اور جو اللہ پر ایمان لائے گا) اور اس کے رسول پر۔ **وَيَعْمَلْ صَالِحًا** (ترجمہ:۔ اور نیک عمل کرے گا) عملاً صالحاً بمعنی بھلائی کے کام اور عمل صالح ہمارے نزدیک دنیا کی محبت کو ترک کردینا ہے۔ **يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ** (ترجمہ:۔ اللہ اسے جنات میں داخل کرے گا) یدخل کو ندخل یعنی نون سے بھی پڑھا گیا ہے۔ **تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا** (ترجمہ:۔ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گے ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے) خالدین کے لفظ میں من کی رعایت رکھی گئی ہے۔ **قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا** (ترجمہ:۔ بلاشبہ اللہ نے اس کو بہت اچھی روزی دی) یدخله اور له میں لفظ من کی رعایت رکھی گئی ہے۔

(۱۲) **اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ** (ترجمہ:۔ اللہ جس نے تخلیق کئے) یعنی اپنی قدرت اور ارادہ سے بغیر مادہ کے عجیب نہج پر عدم سے وجود میں لایا۔ **سَبْعَ سَمٰوٰتٍ** (ترجمہ:۔ سات آسمان) ان میں بعض بعض کے اوپر ہیں **وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ** (ترجمہ:۔ اور زمین میں سے ان کے برابر) ضمیر سموات کی طرف لوٹ رہی ہیں۔ پس کہا جاتا ہے کہ اس کے معنی ہیں من الارض مثلهن فی العدد یعنی الارضون سبع. زمینیں بھی آسمان کی طرح سات ہیں طبقات کی صورت میں۔ ایک کے اوپر ایک ہیں۔ اور انہوں نے کہا کہ ہر زمین (طبقہ زمین) کے مابین مسافت ہے آسمان اور زمین کے درمیان کی مسافت کی طرح اور ہر زمین پر ساکنین ہیں اللہ نے جنہیں تخلیق کیا ہے اور ان معنی میں احادیث وارد ہوئی ہیں۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور ان کی طرح زمین بھی انہوں نے کہا سات زمین (پیدا کیں) ہیں اور ہر زمین پر نبی ہے تمہارے نبی کی طرح اور آدم ہے آدم کی طرح، نوح، نوح کی طرح اور ابراہیم، ابراہیم کی طرح اور عیسیٰ، عیسیٰ کی طرح۔ اسے بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں روایت کیا ہے۔ اور کہا اس کی اسناد ابن عباسؓ سے صحیح ہے حالانکہ شاذ ہے۔ میں ابوالضحیٰ کو نہیں جانتا جو اس حدیث کے راویوں میں سے ایک ہے۔

ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں کہا کہ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی الدنیا القرشی نے اپنی کتاب " التفکر و الاعتبار " میں عثمان ابی دھرس کی حدیث روایت کیا ہے ان کا کہنا ہے مجھ تک یہ بات پہونچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے پاس تشریف لائے اور وہ خاموش تھے بول نہیں رہے تھے۔ آپؐ نے کہا کیا بات ہے۔ تم لوگ بول نہیں رہے ہو۔ تو انہوں نے کہا ہم اللہ کی خلقت کے بارے میں غور وفکر کررہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس طرح غور وفکر کرو اس کی خلقت میں لیکن اس کی ذات کے بارے میں فکر نہیں کرنا۔ پس اس مغرب کی طرف ایک زمین سفید چمکتی ہوئی ہے جسے اس کی سفیدی نے روشن کیا ہے۔ یا آپ ﷺ نے یوں فرمایا اس کی سفیدی اس کا نور ہے۔ سورج کا فاصلہ چالیس دن کا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی مخلوق ہے جو ایک پل کے لئے بھی نافرمانی نہیں کرتے۔ صحابہؓ نے پوچھا پھر شیطان ان سے کس طرف ہے آپؐ نے فرمایا وہ نہیں جانتے کہ شیطان پیدا کیا گیا ہے کہ نہیں۔ صحابہؓ نے کہا کہ کیا وہ آدم کی اولاد سے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ نہیں جانتے کہ آدم بھی پیدا ہوئے ہیں کہ نہیں۔ اس نے کہا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور انتہائی منکر حدیث ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے انکار کی وجہ غیر معلوم ہے۔ اور اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جنوب کی طرف ایک ایسی قوم بھی ہے جو اللہ کی عبادت کرتی ہے۔ اور اس کے جلال میں متحیر رہتی ہے۔ وہ شیطان اور آدم کے وجود سے آگاہ نہیں۔ ممکن ہے کہ وہ زمینی فرشتوں کے جنس میں سے ہوں اور اہل مذاہب کے نزدیک اور شیخ علامہ ابوجعفر طبری اپنی تفسیر میں قتادہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں ایک بار رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بادل گزرا آپ ﷺ نے پوچھا جانتے ہو یہ کیا ہے؟۔ یہ زمین کو سیراب کرنے والے ہیں۔ اللہ انہیں ایسی قوم کی طرف لے جارہا ہے جو اس کی عبادت نہیں کرتے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جانتے ہو یہ آسمان کیا ہے؟ صحابہؓ نے کہا یہ اللہ اور اللہ کا رسول بہتر جانتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ پے در پے آنے والی موج ہے اور محفوظ چھت ہے جانتے ہو اس کے اوپر کیا ہے؟ ان لوگوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول جانتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کے اوپر دوسرا آسمان ہے۔ یہاں تک کہ آپ نے ساتوں آسمان گنوادئے۔ اور آپ یہی فرماتے رہے؟ کیا جانتے ہو کہ دو آسمانوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے پھر آپ نے فرمایا اس کے اوپر کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول جانتے ہیں آپ نے فرمایا اس کے اوپر عرش ہے۔ پھر آپ نے پوچھا جانتے ہو کہ عرش اور آسمان کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔ صحابہؓ نے کہا اللہ اور اس کا رسول جانتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ پھر آپ نے فرمایا جانتے ہو کہ یہ زمین کیا ہے۔ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول جانتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اس زمین کے نیچے زمین ہے آپ ﷺ نے پوچھا جانتے ہو ان کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول جانتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا دونوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ اسی طرح آپ نے ساتوں زمین گنوادیں۔ اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر کسی شخص کو رسّی میں لٹکا دیا جائے یہاں تک کہ وہ تمام زمینوں کے نیچے ساتویں زمین تک پہونچ جائے تو وہاں بھی وہ اللہ کو پائے گا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہی اول ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے۔ اور اللہ ہر شئے سے آگاہ ہے۔ ترمذی نے کہا ہے کہ اس ذریعہ سے یہ حدیث غریب ہے۔ اور ترمذی نے اسی حدیث کو قتادہ سے روایت کیا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ حسن نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے۔ اس

کے بعد مذکورہ حدیث بیان کی ہے۔اور امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں حسن اور ابی ہریرہؓ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔اور وہ حدیث میں ایک بلند و بالا نام ہے۔ بزار نے کہا ہے کہ اس حدیث کو ابو ہریرہؓ کے علاوہ کوئی دوسرا نبی ﷺ سے روایت نہیں کرتا۔امام مجاہد اللہ کے اس ارشاد گرامی سبع سموات ومن الارض مثلھن کے بارے میں ابن عباسؓ سے روایت لائے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اگر میں تمہیں اس کی تفسیر بتادوں تو یقیناً اس کا کفر کروگے اور تمہارا کفر کرنا تمہاری جانب سے اس کی تکذیب ہے۔حافظ ابن کثیر نے کہا ہے کہا اسی طرح ابن مسعودؓ وغیرہ نے بھی کہا ہے پھر اس نے کہا ہے کہ جس کسی نے اسے ہفت اقلیم پر محمول کیا ہے تو بہت دور کی ہلاکت میں پڑ گیا۔نزع میں غرق ہو گیا۔اور بغیر کسی سند کے حدیث وقرآن کی مخالفت کر لی اور یہی امام محی الدین ابن عربی کا ''فتوحات مکیہ'' میں قول ہے۔اور انہوں نے فتوحات مکیہ میں ایک مقام پر کہا ہے کہ میں نے ان میں سے بعض زمینیں بھی دیکھی ہیں اور میں چوتھی زمین میں اترا ہوں اور میں نے اسے دیکھا ہے۔اواس میں میں ایک ایسی جماعت کے پاس پہونچا ہوں جو روشن چہرہ والی تھی۔صاف ستھرے کپڑوں میں تھے اور باطن اور قلوب میں پاکیزہ تھے ان ہی میں ایک بڑے صاحب انہیں وعظ کر رہے تھے جب انہوں نے مجھے دیکھا تو کہا اے محمد تیرا بیٹا مر گیا ہے۔تو اپنی زمین کی طرف واپس جا۔پھر واپسی کے لئے بلند ہوا اور اپنے حجرے میں داخل ہوا تو گھر والوں سے سنا کہ میرا بیٹا مر چکا ہے تو میں نے اس بزرگ کی بات کو سچ پایا۔میں کہتا ہوں ہم اس حکایت کے بارے میں بحث نہیں کر رہے ہیں صرف یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ کشف ہے اور جس کا کشف غیر معصوم ہو تو وہ غیر کے لئے حجت نہیں ہوتا بلکہ خود اپنے لئے بھی نہیں ہوتا۔خاص طور پر اس وقت جب وہ صریح نصوص کے مخالف ہو۔اور یہ واقعہ اگر چہ نص کے مخالف نہیں ہے مگر غیر معصوم کشف ہے۔پس یہ علم صحیح کا فائدہ نہیں دیتا۔میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اس بارے میں تمام احادیث غریب ہیں۔بعض مرسل ہیں اور بعض موقوف ہیں۔قطعی اور یقینی طور پر انہیں رسول اللہ ﷺ کی طرف مرفوع کرنا صحیح نہیں ہے۔اور جو روایت قتادہ نے حسن سے اور حسن نے ابی ہریرہؓ سے روایت کی ہے اس میں بھی بحث ہے کیونکہ علمائے حدیث نے فرمایا ہے کہ حسن کو ابوھریرہؓ سے سمع حاصل نہیں ہے۔جب کہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔پس اس اعتبار سے ان روایات میں مرسل اور موقوف کے علاوہ کوئی شئے باقی نہیں رہتی۔اور اس کے ساتھ یہ کہ وہ شاذ اور غریب روایات ہیں۔پس وہ خبر واحد سے کم تر درجہ کی ہے۔اور یہ بات معلوم ہے کہ خبر واحد گمان ہی کا فائدہ دیتی ہے۔پس یہ روایات اپنے شذوذ اور غرابتہ کے ساتھ گمان سے زیادہ کا فائدہ کیوں کر دے سکتی ہیں۔پس ان روایات کا اللہ کے ارشاد ومن الارض مثلھن کی تفسیر و بیان ہونا درست نہیں ہے۔اس لئے اہل تحقیق مفسرین کرام نے زمین کے طبقات کے ثبوت کے لئے ان روایات کا اعتبار نہیں کیا ہے اسی وجہ سے نیشاپوری نے کہا ہے کہ نقاش نے اپنی تفسیر میں آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق' ان کے اشکال اور اسماء کے بیان پر مشتمل ایک باب رقم کیا۔ ہم نے اس کے لانے سے اعراض برتا ہے اس لئے کہ ایسی روایات قابل اعتبار نہیں ہیں اور کہا گیا ہے کہ اس بارے میں کعب اور وہب وغیرھما سے جو کچھ بھی منقول ہوا ہے وہ سب نا قابل اعتبار ہے۔کیونکہ انہوں نے انہیں اسرائیلیات سے لیا ہے۔میں کہتا ہوں کہ ظاہر میں یہ آیت کریمہ دو معنوں کا احتمال رکھتی ہے۔پہلا وہ جس کی طرف امام رازی وغیرہ کا میلان ہے۔اور انہوں نے کہا ہے کہ ومن الارض مثلھن کی آیت میں ہفت اقلیم مراد ہونے میں کوئی بُعد نہیں ہے۔اس اعتبار سے کہ سات آسمان اور ان میں سات کواکب (جو کہ سیارہ

ہیں) کا وجود تسلیم کیا جائے۔ اوران میں سے ہر کوکب کے الگ خواص ہیں اوران خواص کے آثار زمین کی اقلیم میں سے ہر اقلیم میں ظاہر ہوتے ہیں۔ پس اس اعتبار سے سات اقالیم بن جاتی ہیں۔ پس یہ وجہ ایسی ہے کہ جس کا انکار عقل بھی نہیں کرتی۔ باقی ان کے علاوہ اہل تفسیر سے منقول دیگر وجوہات کا عقل انکار کرتی ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ زمین کے سات طبقات ہیں لیکن ان کے احوال مجہول ہیں۔ جنہیں اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا جیسا کہ خفاجی نے بھی کہا کہ زمین سات ہیں اوران میں اللہ کی مخلوقات میں سے رہنے والے بھی ہیں جنہیں اللہ ہی جانتا ہے۔ اوراس کا اعتقاد رکھنا ہی کافی ہے۔ ان کے احوال میں فکر نہیں کرنی چاہئے۔ کیونکہ انہوں نے ان مسائل میں غور کرنے کا ہمیں مکلّف نہیں بنایا اوراہل طبقات کا جو نظریہ ہے وہ طولانی ہے۔ کیونکہ انہوں نے وہی کچھ ذکر کیا ہے جس کا انہوں نے اس زمین کے عمق میں مشاہدہ کیا ہے۔ اور وہ لوگ دو یا تین میل کی مسافت کے مطابق ہی اس کی عمق میں اترے ہیں۔ اور انسان اس سے زائد مزید گہرائی میں نہیں جاسکتا۔ کیونکہ زمین کے باطن میں پوشیدہ حرارت پستی کی طرف مسافت کے ہر حصہ میں بڑھتی رہتی ہے۔ پس کوئی بھی شخص زمین کے کرہ سے لے کراس کے سب سے نیچے مرکز تک زمین کے باطن کی مسافت کی مقدار نہیں جانتا۔ سوائے اللہ کے۔ اورہم اس بات کا انکار کرتے کہ زمین کے باطن میں غاریں اور وسیع پناگاہیں موجود ہیں جن میں حیوانات وجنات کی مخلوقات رہتی ہیں پس اہل طبقات نے زمین کے طبقات کے بارے میں کہا ہے وہ سب کا سب ظن وتخمین ہے۔ اسی طرح اہل یونان کا نظریہ ہے کہ زمین کے تین طبقے ہیں ایک خالص زمینی طبقہ' دوسرا غیر خالص زمینی طبقہ اور تیسرا طبقہ منکشفہ جس کا کچھ حصہ پانی میں اور کچھ حصہ خشکی میں ہے اور وہ طبقہ ظاہری اور آباد ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے کچھ ذکر نہیں کیا اور ممکن ہے کہ اس میں معدنی طبقہ بھی ہو جو مرکزی حرارت سے محلول ہوتا ہے وہ حرارت جو زمین کے باطن میں عمق کی زیادتی سے بڑھتی ہے اور موجزن ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ دیگر طبقات پردہ اخفاء میں محجوب ہیں۔ سب سے بڑی بات کہ جس طرف انسانی انکشافات کی انتہا ہوتی ہے وہ ہے زمین کے سطحی چھلکے کی پہچان۔ اوراس کے باطن میں اس کے متعلق آگہی جو کچھ بھی ہے وہ اس کے معادن ونمکیات اور پتھر اور کچھ ٹھنڈک' ریت' مٹی اور پانی وغیرہ قسم کی چیزیں ہیں اس کے علاوہ ہم کچھ نہیں جانتے۔ **يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ** (ترجمہ:۔ حکم نازل ہوتا رہتا ہے) جمہور نے ینزل کو تنزل کا مضارع پڑھا ہے اور عیسیٰ' ابوعمرو نے اپنی روایت میں ینزل پڑھا ہے۔ نزل **مشدداً** سے اور الامر کو نصب کے ساتھ یعنی امر اللہ یعنی اللہ نے حکم دیا۔ **بَيْنَهُنَّ** (ترجمہ:۔ ان کے درمیان) یعنی آسمانوں اور زمین کے درمیان جس کی چیزوں کی اصلاح احوال کے لئے ان کی طبائع کے مطابق اللہ کی حکمت تقاضہ کرتی ہے۔ اور کہا گیا ہے امر سے مراد وحی ہے اور یہ ضعیف ہے۔ کیونکہ دلیل قطعی سے ثابت نہیں ہوا کہ باطن ارض میں کوئی مکلّف مخلوق بھی ہے لہذا امر تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ **لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ'' وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَىْءٍ عِلْمًا** (ترجمہ:۔ تاکہ تم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر شئے پر قادر ہے۔ اور ہر شئے کو اپنے احاطہ علمی میں لئے ہوئے ہے) کیونکہ علت سے کوئی چیز صادر نہیں ہوتی۔ سوائے اس کے کہ اس کا علم اس کا احاطہ کرلے اور جب اللہ عالم کا بنانے والا ہے اور ضروری ہے کہ اس کا علم اسے احاطہ کئے ہوئے ہو اور اسے **ليعلموا** بھی پڑھا گیا۔